حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا سفرِ حج

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے سفرِ حج کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کہتے ہیں:

"اُس زمانہ میں حج کا سفر اِس زمانہ کا سفرِ حج نہ تھا کہ گھر سے باہر نکل کر ریل میں بیٹھے تو تیسرے دن بمبئی اور بمبئی سے دخانی جہاز میں بیٹھے تو بارہویں دن باب الحرمین یعنی جدہ کا بندرگاہ دکھائی دینے لگا۔ اس وقت کی سہولت وراحت کو اس وقت کی صعوبت ومشقت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو زمین وآسماں کا فرق معلوم ہوتا ہے اور یوں سمجھ میں آتا ہے کہ فریضہ ادا میں جس قدر دشوار تھا، اتنی مشکل کوئی عبادت نہ تھی، ہفتوں چھکڑے اور بہلیوں میں بیٹھنا پڑتا تھا جن کے ہچکولوں سے ہڈیوں کا چورا ہوتا تھا، مہینوں پانی میں چلنا پڑتا تھا، دریائی سفران بڑی کشتیوں میں طے کیا جاتا تھا جن کو بغلہ کہتے ہیں، بغلہ میں بقدرِ وسعت میں تیس چالیس آدمی بیٹھتے اور مرطوب ہوا کے جھونکوں سے دورانِ سر میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے پر جا جا پڑتے تھے، اٹھتے تو چکر اور استفراغ بے ہوش بناتا، اور پڑتے تو غشی کا بادل چھاتا چلا جاتا تھا، یہ بغلہ بادبانوں کے ذریعہ سے ہوا کے رخ پر چلائے جاتے تھے جن کو ملاح کھینچتے اور دن بھر چلا کر شام کے وقت کسی بستی کے قریب کنارے پر باندھ دیا کرتے تھے، اس وقت مدہوش پڑی ہوئی سواریاں اٹھا کرتیں، گھاس پھونس سے کچی پکی کھچڑی تیار ہوتی اور اللہ عزیز کر کے کھالی جاتی تھی، وقت ملتا تو دن بھر کے تھکے ماندے کچھ تکان رفع کرتے ورنہ یونہی پڑے آسمان کو تکتے رہتے تھے، صبح سے قبل ٹھنڈے وقت جھٹ پٹے میں اس چھوٹے جہاز کا لنگر پھر کھول دیا جاتا تھا، خدا خدا کر کے بندرگاہ کا کنارہ نظر آتا اور خشکی پر اترنا نصیب ہوتا تھا، جو عموماً بمبئی کی بندرگاہ سے مال بھرتا ہوا عدن وصنعاء اور یمن کے دیگر بندرگاہوں پر ٹھہرتا مال چڑھاتا اتارتا جدہ پہنچا کرتا تھا، چونکہ اس جہاز کا ظاہری دارومدار مضبوط کپڑے کے پردوں یعنی بادبانوں پر تھا جن کو ہوا کے رخ پر باندھا جاتا تھا کہ ہوا کے تند جھونکے ان سے ٹکرا کر جہاز کو پانی میں کاٹتے ہوئے آگے کو دھکیلیں اس لئے اول تو قطع مسافت میں زمانہ زیادہ گزرتا تھا اور دوسرے ہوا کے رخ بدل جانے پر جہاز بھی اپنا منہ پھیر لیتا تھا، اکثر ایسے اتفاقات سننے میں آئے ہیں کہ چلتے چلتے جدہ کا کنارہ نظر آیا اور ہوا پلٹی تو جہاز کی رفتار الٹی اور پیچھے پاؤں لوٹنے سے بمبئی کا کنارہ دکھائی دینے لگا، ان

بے چارے مسافروں پر جن کو نیچے پانی اور اوپر آسمان کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا اس حسرتناک وقت میں جو کچھ گزرتا ہوگا وہ انہیں کا دل جانتا ہے، آج تو بحری و بری ہر دو سفر دخانی قوت سے بفضل اللہ اس درجہ سہل ہو گئے کہ پچھلی مشقت کا سمجھنا بھی دشوار ہو گیا، بادی جہازوں میں عموماً ہندوستان سے جدہ تک پہنچنا تین چار ماہ میں ہوتا تھا ہاں اگر تقدیر یاوری کرتی تھی تو بعض دفعہ دخانی جہاز سے بھی وقت کم صرف ہوتا اور چھٹے ساتویں دن ہی موافق ہوا کے تیز دھکے بھاری اور بڑے بڑے جہاز کو جدہ پہنچا دیتے تھے"۔

اس مشقت والے سفر کے زمانہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کو بمعیت رامپوری جماعت کثیرہ کے اس پہلے سفر حج کا اتفاق ہوا جس کو حج فرض کہا جاتا ہے، چنانچہ آپ فیروز پور تک چھکڑے میں بیٹھے اور وہاں سے کشتیوں میں بہاولپور کے نیچے کو گزرتے ہوئے حیدر آباد سندھ پہنچے، وہاں سے بغلہ میں سوار ہو کر کراچی بندرگاہ آئے اور کراچی سے بغلہ ہی کی سواری میں بمبئی تک پہنچے، آپ کے ناز پروردہ جسم اور نازک بدن نے اس کٹھن سفر کی ساری مشقتیں راحت سمجھ کر برداشت کیں، سارے سفر میں آپ کی ایک نماز بھی قضا نہیں ہونے پائی، آپ سفر میں بھی اسی طرح اپنے خدا کی یاد میں لگے رہے جیسا کہ حضر کی حالت میں وطن کے اندر لگے ہوئے تھے، سفر کی وہ پریشانیوں جو مسافروں کو گھبرا دیا کرتی ہیں آپ پر کچھ بھی اثر نہ ڈال سکیں، آپ ہر ناکامی میں ایسے ہی بشاش و مسرور رہے جیسا کامیابی پر ہونا چاہیے تھا، دقت یا تکلیف کا جو مضمون بھی پیش آتا چونکہ آپ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے اس لئے کبھی اس سے اکتاتے نہ تھے، الغرض جہاز آیا اور کرایہ طے ہو گیا، سب نے ٹکٹ لے لئے اور جہاز پر سوار ہو گئے، سواریاں سوار ہو کر منتظر تھیں کہ جہاز لنگر اٹھائے، آفتاب غروب ہو گا مگر جہاز نے لنگر نہ اٹھایا، انتظار کی تکلیف برداشت ہونا آسان نہیں ہے، روانگی میں اتنی تاخیر کا ہونا تھا کہ چاروں طرف پریشانی چھا گئی کہ دیکھئے جہاز کب لنگر اٹھائے گا اور کب روانہ ہوگا، اسی حالت پر کئی دن گزر گئے اور لوگوں کا انتشار پر انتشار بڑھتا رہا، کئی دن تک کنارے پر بندھے ہوئے جہاز میں بیٹھے بیٹھے سب اکتا گئے، حضرت امام ربانی کے سوا جہاز کا کوئی مسافر ایسا نہ تھا جو کم و بیش پریشان خاطر نہ ہوا ہو، حضرت امام ربانی نے جب رفقاء کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: "میاں گھبراتے کیوں ہو، جہاز چوتھے روز روانہ ہوگا" خدا خدا کر کے چوتھا دن آیا تو اس کے پل پل اور لحظہ لحظہ پر مسافروں کی نگاہ تھی کہ دیکھئے آج بھی روانگی ہوتی ہے یا نہیں، آخر آدھا دن گزرنے پر بھی جب روانگی کا کوئی اثر ونشان نہ پایا تو لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ آج تو چوتھا دن ہے لیجئے آج بھی رہے، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ کپتان نے لنگر کھلوا کر جہاز چھوڑ دیا۔

چھوٹا سا جہاز یعنی بغلہ جس وقت کراچی سے روانہ ہو کر بسوئے بمبئی جا رہا تھا، کنارہ چھوڑے ہوئے عرصہ گزر گیا تھا کہ دفعۃً غلیظ ابر آسمان پر نظر آیا جو کہ آگے بڑھتا اور اوپر چڑھتا بغلہ کے سر پر آٹھہرا اور برسنا شروع ہوا، تند ہوا کے تھپیڑوں نے بغلہ کو ہلا دیا ٹھنڈے پڑے پانی میں جوش پیدا کر دیا، سمندر میں تلاطم پیدا ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھی ہوئی سواریوں کو ایک سخت طوفان نے آدبایا، جہاز کے ناخدا نے اول تو بادبانوں کے ذریعے سے ہوا کی روک تھام کی مگر جب جہاز کی حفاظت قابو اور اختیار سے باہر ہو گئی تو مایوس ہو گیا تھک گیا اور یہ الفاظ کہے کہ "حاجیو دعا مانگو طوفان آ گیا" طوفان کا نام ہی ایسا موحش ہے کہ انسان گھبرا اٹھتا ہے

اور جن پر بحری سفر کے وقت یہ حالت گزری ہو ان کے سراسیمگی کا تو پوچھنا ہی کیا؟ اس دہشت ناک منظر کے وقت جب کہ سمندر کی موجیں پہاڑ بن کر جہاز کو تہہ وبالا کرتی ہیں، بڑے بڑے باہمت بہادر گھبرا اٹھتے ہیں، بجلی کی ایک چمک اور بادل کی کڑک اس ہیبت ناک نظارہ کا پیش خیمہ ہے اور تلخ وشور پانی میں ڈوب کر جان دینا نتیجہ وانجام، پھر بھلا لغلہ کی تو ہستی کیا۔

کراچی وبمبئی کے مابین طوفان کا آنا تھا کہ جہاز والوں کے چھکے چھوٹ گئے اور ناخدا تک کے ہاتھ پھول گئے، سواریوں میں ہل چل پڑ گئی، کسی طرف آہ وبکا اور گریہ وزاری اور کہیں وحشت وسراسیمگی اور سکوت وتحیر، جس کو دیکھئے پریشان حال اور جسے خیال کیجئے مضطرب وخائف، اس وقت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: ”بھئی کوئی مرے گا تو ہے نہیں، ہم تو کسی کے بلائے ہوئے جارہے ہیں، خود نہیں جارہے ہیں“۔ یہ اطمینان کے کلمات حضرت نے غایت طمانیت کے ساتھ رفقاء سفر کو سنائے مگر وہ تسکین وتسلی جو خداداد آپ کو حاصل تھی، دوسروں کو حاصل ہونی دشوار تھی اس لئے اضطراب رفع نہ ہوسکا یہاں تک کہ تیسرے دن بادل پھٹ گیا، ہوا تھم گئی، تلاطم کمزور پڑ گیا اور جہاز اپنی اصلی رفتار پر چلنے لگا۔ بخیر وعافیت سارا قافلہ کئی بندرگاہوں پر ٹھہر کر جدہ پہنچا اور وہاں سے حضرت امام ربانی قدس سرہ تمام ہمراہیوں سمیت اونٹوں پر سوار ہوکر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

بلدۃ الحرام میں حج وغیرہ کے علاوہ اپنے شیخ برحق مرشد العرب والعجم حاجی صاحب قدس سرہ کے فیض صحبت کی جو جو نعمتیں آپ نے حاصل فرمائیں، ان کا کسی کو علم ہی کیا ہے جو بیان کی جائیں، مختصر یہ ہے کہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں مقیم رہے فرط محبت کے باعث آپ کو حاجی صاحب نے اپنے ہی پاس رکھا، حج کے لئے عرفات جاتے وقت آپ کا اونٹ حاجی صاحب نے اپنے اونٹ کے متصل کیا اور منیٰ ومزدلفہ میں آپ کو اپنے ساتھ ہی لگائے رکھا۔

مدینۃ الرسول میں داخل ہوکر روضۂ اطہر کی حاضری ہوئی جو دنیا میں آنے والے ہر مسلمان کا منتہائے مراد اور اقصیٰ مقصود ہے اور پھر آپ اپنے شفیق استاذ شیخ العصر سیدنا مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے یہاں کی چند روزہ حاضری میں جو بھرپور خزانے آپ کو حاصل ہوئے اس کی اطلاع بھی کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ امام ربانی قدس سرہ مع اپنے ہمراہیوں کے مکہ معظمہ واپس ہوئے اور وہاں سے ہندوستان کی جانب مراجعت ہوئی۔

خارش جس کی ابتدا مکہ معظمہ میں ہوچکی تھی دن بدن روبترقی تھی اول خشک تھی، اس وقت ہولناک بن گئی تھی، اسی حالت میں آپ جہاز پر سوار ہوگئے، جہاز پر سوار ہونا تھا کہ دفعۃً بخار چڑھا اور اتنا شدید کہ سرسام ہوگیا۔ تین دن تک بے ہوش رہے دست جاری ہوئے اور اتنی تعداد میں کہ گنتی دشوار ہوگئی، حضرت کا مرض اس درجہ شدید ہوگیا تھا کہ صحت کا خیال محض وہم وگمان ہی رہ گیا تھا۔ بمبئی میں ایک مہینہ قیام ہوا۔ قافلہ والوں کو کہہ دیا گیا کہ آپ لوگ جائیں، مولوی ابوالنصر حضرت کو لے کر اندور میں ٹھہر گئے اور کسی طرح حکیم محمد اعظم خاں دہلوی طبیب خاص مہاراجہ اندور کو سرائے میں لائے حضرت کو دکھا کر ان کا علاج شروع کیا، غیبی امدادوں کا ایسا ظہور ہوا کہ باید وشاید، چنانچہ ایک ماہ قیام کے بعد وطن روانہ ہوئے، اور بخیر وعافیت گنگوہ پہنچے، اوائل ۱۲۸۰ھ میں حج کو تشریف لے گئے اور محرم ۱۲۸۲ھ میں وطن واپس ہوئے۔

☆......☆......☆